محمد زبیر صادق آبادی

امام اعظم؟

آلِ دیوبند کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ ''امام اعظم'' کا لقب صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے لئے ہی خاص ہے، لیکن پالن حقانی گجراتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپؐ کی نبوت ہوتی آپؐ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپؐ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات کو بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے امام آپؐ ہی بنائے گئے۔'' (شریعت یا جہالت ص ۲۹۷)

نوٹ: یہ کتاب محمد زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی کی مصدقہ کتاب ہے۔

نیز امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین کو بھی امام اعظم کہا گیا ہے۔

علامہ قسطلانی نے امام مالک رحمہ اللہ کو ''الامام الاعظم'' کہا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۵/۳۷۰ ح ۳۳۰۰، ۱۰/۱۰۷ ح ۶۹۶۲، الحدیث حضرو نمبر ۵۷ ص ۴۱)

تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱/۲۲۵، ۱/۳۰۳، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۱)

قسطلانی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

''الإمام الأعظم''

(ارشاد الساری ۵/۳۵ ح ۵۱۰۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات المدلسین مع الفتح المبین ص ۱۳)

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے خلیفہ (امام) کو بھی ''الامام الاعظم'' کہا۔

(فتح الباری ۳/۱۱۲ ح ۱۳۸۷، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ
ضربِ حق
سرگودھا

مدیر
سید محمد سبطین شاہ نقوی
حفظہ اللہ
0300-9600128

جلد: 3 | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ اپریل ۲۰۱۲ء | شمارہ: 4

قیمت

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
20 روپے	200 روپے علاوہ محصول ڈاک	300 روپے مع محصول ڈاک

اس شمارے میں

برائے خط وکتابت

ماہنامہ ضربِ حق
جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث
مقام حیات سرگودھا

برائے رابطہ

حافظ
عمر فاروق شاکر
0300-4608164
048-3715130

مقام اشاعت
جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

خطبات

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

سید محمد سبطین شاہ نقوی

[آج اگر ہمیں ایمان نصیب ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ہوا ہے]

صحابہ سب عادل ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان لیا ہے اللہ نے، تقویٰ کے واسطے۔ ان کے لئے معافی ہے اور ثواب بڑا۔ (الحجرات:۳)

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ جنت کے وارث ہیں۔ ان کی ذات جرح وتنقید سے پاک ہے۔ صحابہ کرام اسلام کی اساس ہیں، بنیاد ہیں۔ اگر صحابہ کرام کی عظمت کا انکار کیا جائے تو پورے اسلام کا انکار ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر حدیث پاک میں صحابیٔ رسول کا نام پہلے آئے گا، پھر حدیث بیان ہوگی۔ حدیث پاک کو بیان کرنے والا اللہ کے رسول کا صحابی ہوگا۔ اگر صحابی کو ہی نعوذ باللہ بُرا سمجھ لیا جائے تو پھر اسلام کا کوئی رکن بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر اسلام کے تمام ارکان صحیح ہیں، اگر احادیث صحیح ہیں تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ بھی پاک اور صاف ہیں اور یاد رکھو حدیث کی سند پر جب بھی کوئی جرح کرے گا، وہ سند سے لے کر متن تک تمام راویوں کے حالات دیکھے گا اور پھر وہ جرح کرے گا۔ محدث پر جرح کرسکتا ہے، اس کے شیخ اور استاذ پر جرح کرسکتا ہے، تبع تابعی پر جرح کرسکتا ہے۔ تابعی پر جرح کرسکتا ہے، پھر جب آگے صحابی آجائے گا تو رُک جائے گا۔

صحابی پر جرح نہیں کرسکتا کیونکہ مُسلّمہ قاعدہ ہے: اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ

صحابہ تمام کے تمام ثقہ ہیں۔

رضائے الٰہی

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾
اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں کہ مردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔(البقرۃ:۱۵۴)

اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے پوچھے گا: بتاؤ کس چیز کی تمنا ہے؟ وہ کہیں گے: اللہ ہمیں ہر چیز مل گئی ہے، کسی چیز کی مزید تمنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے تین مرتبہ پوچھے گا، ہر مرتبہ وہ جنتی انکار کریں گے یعنی ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ اعلان کرے گا: اے جنتیو! میں تم سے راضی ہو گیا ہوں، کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

" عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :((إِنَّ اللّٰهَ تبارَكَ وَ تَعَالَى يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَ مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَ قَدْ أَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ؟ فَيَقُوْلُ: أَنَا أُعْطِيْكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالُوْا: يَا رَبِّ! وَ أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا. " سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے جنت والو! تو جنتی جواب دیں گے: ہم حاضر ہیں اے ہمارے رب! تیری سعادت حاصل کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا اب تم خوش ہو گئے ہو؟ وہ کہیں گے: اب بھی بھلا ہم راضی نہ ہوں گے، کیونکہ اب تو تُو نے ہمیں وہ سب کچھ دے دیا جو اپنی مخلوق کے کسی آدمی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمھیں اس سے بھی بہتر چیز دوں گا۔ جنتی کہیں گے: اے رب! اس سے بہتر اور کیا چیز ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب میں تمھارے لئے اپنی رضامندی کو دائمی کردوں گا یعنی اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہیں

ہوں گا۔ (صحیح بخاری:۶۵۴۹)

جنتیوں کو اللہ کی رضا کی خوشخبری جنت میں جانے کے بعد ملے گی، لیکن میرے نبی کے صحابہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھیں اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ دنیا میں ہی اللہ نے عطا کر دیا ہے: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ اللہ ان سے راضی، وہ اللہ سے راضی۔

صحابہ کی ادائیں

صحابہ کرام کی کون سی ادا ہے جس کا ذکر قرآن میں نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

یقیناً کامیاب ہو گئے ایمان والے۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو بے کار کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں یا ان (لونڈیوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، بلاشبہ وہ اس میں ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ (راستے) تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (المومنون:۱-۱۱)

نماز میں خشوع کرنے والے کون تھے؟ مومنین کون تھے؟ جن کی کامیابی کی گارنٹی قرآن نے دی ہے۔وہ کون تھے؟ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی نہیں تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا باطن بھی پاک ہے

آج یہ کہا جاتا ہے کہ محمد ﷺ کے ساتھی ظاہری طور پر ایمان دار تھے، باطنی طور پر وہ ایمان دار نہیں تھے۔اسی لیے آپ کے بعد وہ پھر گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ز سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ج وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ج قف كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تم انھیں اس حال میں دیکھو گے کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں پر موجود (ہوگی) سجدے کرنے کے اثر سے۔یہ ان کی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں ہے۔ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تا کہ ان کے ذریعے سے کافروں کو غصہ دلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو اللہ نے ان سے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔ (الفتح:۲۹)

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿... یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا...﴾

وہ (صحابہ) اللہ کا فضل اور رضا مندی چاہتے ہیں۔ (الفتح:۲۹)

صحابہ کرام میرے رب کی رضا مندی کے لئے سجدے کرتے تھے۔ میرے رب کی رضا مندی کے لئے رکوع کرتے تھے۔ میرے رب کی رضا مندی کے لئے قتال کرتے تھے۔ میرے رب کی رضا مندی کے لئے آپس میں نرم دل تھے۔ بتاؤ منکرینِ صحابہ کی مانوں یا کہ قرآن کی مانوں؟؟

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، پس اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں تھا، پس اس نے ان پر سکون نازل فرمایا اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ (الفتح:۱۸)

اللہ تعالیٰ نے بیعت بھی واضح کر دی۔ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. جو درخت کے نیچے ہوئی۔

اللہ نے ایک مومن کا ذکر نہیں کیا بلکہ جمع کا صیغہ بولا ہے: اَلْمُؤْمِنِيْنَ. کئی ایماندار۔

غور فرمایئے! اس بیعت میں بالاتفاق سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شامل نہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شامل نہیں۔ اس سفر میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی نہیں تھیں، تو بتاؤ وہ کون مومنین تھے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے: یا اللہ! کیا ان مومنین نے ظاہر بیعت کی ہے یا دل کے یقین سے بیعت کی ہے؟ انھوں نے ظاہری بیعت کی ہے یا یقینی بیعت کی ہے؟

تو رب فرماتا ہے: ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو جانچا ہے۔ ان کے دلوں کو دیکھا ہے، وہ ایمان سے سرشار تھے۔

کیونکہ اللہ (اجر و ثواب دینے کے لئے) دیکھتا ہی دلوں کو ہے اور اللہ ظاہر نہیں دیکھتا۔ اللہ دل میں دیکھتا ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَ

أَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ))"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمھارے دلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۵۶۴)

اللہ نے فرمایا: میں نے ان کے دلوں کو دیکھ کر فیصلہ کیا ہے، ان کے دلوں کو دیکھ کر۔

﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ ان پر سکینت نازل کی۔ان پر اطمینان نازل کیا۔

دوسرے مقام میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں، ان کے لئے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ (الحجرات:۳)

ان کے دلوں کو امتحان کے انداز میں پرکھا۔امتحان لیا ہے، امتحان کے بعد نتیجہ بیان کیا: ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحجرات:۳)

ایک اور مقام میں فرمایا:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾

لیکن اللہ نے تمھارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔

(الحجرات:۷)

اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ایمان کو پسند کیا ہے اور ایمان کو ان کے دلوں میں مزین کیا ہے۔

ایمان کو مزین (خوبصورت) کیا

غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مزین کیا ہے ایمان سے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے صحابہ کو حسن دیا ایمان سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمال دیا ہے ایمان سے، یہ نہیں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقام دیا ہے ایمان سے۔

حالانکہ اصل بات تو یہی تھی کہ صحابہ کو مقام ملا ایمان سے، کمال ملا ایمان سے لیکن اللہ نے انداز یہ اختیار کیا کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایمان دے کر ایمان کو جمال عطا فرمایا ہے۔ ﴿وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ایمان مزین ہوا ہے۔ ایمان کو حسن ملا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں پر ملا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اتنے کمال والے تھے۔

ہمیں ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ملا

آج اگر ہمیں ایمان نصیب ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر وہ محنتیں نہ کرتے تو ہمیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہمیں اگر ایمان ملا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں سے ملا، ورنہ آج ہم بتوں کے پجاری ہوتے۔ ہم غیر اللہ کی پرستش کرنے والے ہوتے۔ ہم اللہ کی عبادت نہ کرتے۔ میں یہ بات جوش سے نہیں کہہ رہا، بلکہ ہوش سے کہہ رہا ہوں۔ اس کی دلیل صحیح بخاری میں موجود ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَ هُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ:

((اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَ وَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ! إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ))

فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ. وَ هُوَ يَثِبُ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَ هُوَ يَقُوْلُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپ بدر کی لڑائی کے دن ایک خیمے میں تھے اور یہ

دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور وعدۂ نصرت یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ! تیری مرضی ہے اگر تو چاہے (ان تھوڑے سے مسلمانوں کو بھی ہلاک کر دے) پھر آج کے بعد تیری عبادت باقی نہیں رہے گی۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا: بس یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے رب سے بہت ہی الحاح وزاری سے دعا کر لی ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے چل پھر رہے تھے اور آپ خیمہ سے نکلے تو زبان مبارک پر یہ آیت تھی: عنقریب (کافروں کی) جماعت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ (صحیح بخاری: ۴۸۷۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں اسلام موجود ہے، ایمان موجود ہے، شریعت موجود ہے تو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی محنتوں کی وجہ سے ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایمان نہیں تھا تو اسے اپنے ایمان میں شک کرنا چاہئے۔ اس کی مثال تو اس طرح ہے جیسے روشن دن میں کوئی یہ کہے کہ روشنی تو موجود ہے لیکن سورج روشن نہیں۔

اسی طرح وہ یہ کہے کہ میرے اندر ایمان موجود ہے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم میں موجود نہیں تھا۔ جس طرح سورج کی روشنی میں کوئی شک نہیں، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان میں بھی کوئی شک نہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اردگرد کی قبریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کی قبریں

شیعہ مکتبۂ فکر کی ایک کتاب ہے: خاک کربلا۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضے کے اردگرد چالیس قبروں تک جنت کا ٹکڑا بن گیا ہے۔ چاروں طرف چالیس قبروں تک جنت ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کی وجہ سے، ان کے تقویٰ وطہارت کی وجہ سے، ان کے زہد کی وجہ سے چالیس قبروں تک جنت بن جائے، تو میں کہتا ہوں جہاں حسین رضی اللہ عنہ کے نانا مدفون ہوئے ہیں، کیا وہاں چالیس قبروں تک جنت نہیں بنتی؟ کیا وہاں دو قبریں

بھی جنت نہیں؟ جبکہ اس مقام کو تو جنت کا ٹکڑا خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:
((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مِنبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ.)) میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۹۵)
دوسرے لوگ قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے، اپنا مقام حاصل کریں گے اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تو آج بھی جنت میں ہیں۔

صحابہ کا کوئی مواخذہ نہیں

اگر کوئی کہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہیں تھے، ان سے غلطیاں گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ جب ان سے غلطیاں اور گناہ سرزد ہوئے ہیں تو ہم انھیں نمونہ کیوں بنائیں، انھیں امام کیوں بنائیں؟ عرض ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہیں، لیکن یاد رکھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطاؤں پر اللہ نے بھی مواخذہ نہیں کیا، اللہ نے بھی صحابہ کو معاف کر دیا ہے۔ میں اور تم کون ہوتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی غلطیوں پر مواخذہ کرنے والے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والے؟!
اُحد کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح عطا ہوئی، لیکن درے پر موجود صحابہ نے مالِ غنیمت سمیٹنے کی وجہ سے درہ چھوڑ دیا، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: درہ نہیں چھوڑنا ہم غالب آئیں گے یا مغلوب ہو جائیں گے تم نے درہ نہیں چھوڑنا، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے اجتہادی خطا ہوگئی اور اللہ نے فتح شکست میں بدل دی۔
"عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ وَ أَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنْ الرُّمَاةِ وَ أَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ: ((لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَ إِنْ رَأَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا)) فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُوْلُوْنَ: الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا تَبْرَحُوْا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَأُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَ

أَشْرَفَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ: لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ قَالَ: لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ: إِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيْكَ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: أُعْلُ هُبَلُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَجِيْبُوْهُ قَالُوْا: مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اللّٰهُ أَعْلَى وَ أَجَلُّ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَجِيْبُوْهُ قَالُوْا: مَانَقُوْلُ؟ قَالَ: قُوْلُوا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَ لَا مَوْلَى لَكُمْ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَ تَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَ لَمْ تَسُؤْنِي.''

براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ احد کے موقع پر جب مشرکین سے مقابلے کے لئے ہم پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں (پہاڑی پر) مقرر فرمایا تھا اور انھیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اس وقت بھی جب تم لوگ دیکھ لو کہ ہم ان پر غالب آ گئے پھر بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اس وقت بھی جب تک دیکھ لو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے، تم لوگ ہماری مدد کے لئے نہ آنا۔ پھر جب ہماری کفار سے مڈبھیڑ ہوئی تو ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں پہاڑیوں پر بڑی تیزی کے ساتھ بھاگ جا رہی تھیں، پنڈلیوں سے اوپر کپڑے اٹھائے ہوئے، جس سے ان کے پازیب دکھائی دے رہے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے (تیر انداز) ساتھی کہنے لگے: غنیمت غنیمت۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا (اس لئے تم لوگ مال غنیمت لوٹنے نہ جاؤ) لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی اس حکم عدولی کے نتیجے میں مسلمانوں کو ہار ہوئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز دی: کیا تمھارے ساتھ محمد (ﷺ) موجود ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی جواب نہ دے، پھر انھوں نے پوچھا کہ تمھارے ساتھ ابن ابی قحافہ ہیں موجود ہیں؟ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں بھی

ممانعت فرمادی۔ انھوں نے پوچھا: کیا تمھارے ساتھ ابن خطاب موجود ہیں؟ اس کے بعد وہ کہنے لگے: یہ سب قتل کر دیئے گئے، اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تُو جھوٹا ہے۔ اللہ نے ابھی تمھیں ذلیل کرنے کے لئے انھیں باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہبل (ایک بت) بلند رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللہ سب سے بلند ہے اور بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللہ ہمارا حامی اور مددگار ہے اور تمھارا کوئی حامی نہیں۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی کی مثال ڈول کی ہوتی ہے۔ کبھی ہمارے ہاتھ میں اور کبھی تمھارے ہاتھ میں، تم اپنے مقتولین میں کچھ لاشوں کا مثلہ کیا ہوا پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا لیکن برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ (صحیح بخاری: ۴۰۴۳)

اس غلطی کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ اس غلطی کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ اس غلطی کی وجہ سے آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ اس غلطی کی وجہ سے امیر حمزہ شہید ہو گئے۔ اس غلطی کی وجہ سے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

اب چاہیے یہ تھا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی مذمت کرتا جن سے غلطی ہوئی تھی، جنھوں نے درہ چھوڑا تھا۔ ان کا مواخذہ کرتا۔ ان کے بارے میں سزا کا اعلان کرتا، لیکن رب کا انداز دیکھئے:

آسمان سے جبریل علیہ السلام آئے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ان پر ناراض نہیں ہونا، انھیں کچھ نہیں کہنا، ان کا مواخذہ نہیں کرنا، بلکہ ان سے نرمی کرنا، ان سے مشورہ بھی لینا، انھیں معاف کرو، ان کے لئے تم بھی معافی مانگو۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿﴾

پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بد خلق، سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے بخشش کی دعا کریں اور کام میں ان سے مشورہ کریں پھر جب پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسا کریں، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)

رب نے بھی انھیں معاف کر دیا ہے اور آپ بھی انھیں معاف کر دیں اور رب سے ان کے لئے بخشش کی دعا کریں۔

جب اللہ نے معاف کر دیا ہے تو میں اور تُو کون ہوتے ہیں مواخذہ کرنے والے؟!

سیدنا عثمان پر بھی مواخذہ نہیں

عثمان بن موہب نے بیان کیا کہ مصر والوں میں سے ایک نامعلوم آدمی آیا اور حج بیت اللہ کیا، پھر کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا: قریش ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں بزرگ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے پوچھا: اے ابن عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے احد کی لڑائی سے راہِ فرار اختیار کی تھی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ایسا ہوا تھا۔

پھر اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟

جواب دیا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے؟ جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔

یہ سن کر اس کی زبان سے نکلا: اللہ اکبر تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آ جاؤ، اب میں تمھیں ان واقعات کی تفصیل سمجھاؤں گا۔ احد کی لڑائی سے فرار کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور اس وقت وہ بیمار تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمھیں (مریضہ کے پاس ٹھہرنے کا) اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس وقت اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوگا اور اسی کے مطابق مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا اور بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر وادی مکہ میں کوئی شخص (مسلمانوں میں سے) عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا اور باا‌ثر ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے ان کی جگہ وہاں بھیجتے۔ یہی وجہ ہوئی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں (قریش سے باتیں کرنے کے لئے) مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے شخص سے فرمایا: جا، ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۹۹) (باقی آئندہ شمارے میں۔ ان شاء اللہ)

اعلانات

۱: ماہنامہ ضربِ حق شمارہ نمبر ۲۳ (مارچ ۲۰۱۲ء) صفحہ ۳۱ پر کمپوزنگ کی غلطی سے عَذَابٌ أَلِيْمٌ کے بجائے عَذَابٌ عَلِيْمٌ چھپ گیا تھا، جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔

۲: صفحہ ۳۶ پر کمپوزنگ کی غلطی سے نووی کے بجائے نوری چھپ گیا ہے، جو کہ غلط ہے لہٰذا اصلاح کر لیں۔

۳: صفحہ ۱۴ پر ''مَلَكُ'' چھپ گیا ہے، جبکہ صحیح ''مَلَكٌ'' ہے۔

۴: صفحہ ۳۲ پر ''مِنْ النّارِ'' چھپا ہے، جبکہ صحیح ''مِنْ نَّارٍ'' ہے۔

۵: اس رسالے میں کمپوزنگ کی اور بھی غلطیاں ہیں، مثلاً ص ۳۲ پر میانہ روی کے بجائے معیانہ روی چھپ گیا ہے۔ ادارہ ان تمام اغلاط پر معذرت خواہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر اور جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: سیدنا ابو ہریرہ عبد شمس الدوسی الیمانی رضی اللہ عنہ

آپ کا (پہلا) نام عبد شمس تھا۔ (دیکھئے التاریخ الکبیر للبخاری ۶/۱۳۲، وسندہ حسن)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے لئے بکریاں چرایا کرتا تھا اور میری ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ رات کو میں اسے ایک درخت پر چھوڑ دیتا اور دن کو اس کے ساتھ کھیلتا تھا، پھر لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ مشہور کر دی۔

(سنن ترمذی: ۳۸۴۰ وقال: ''حسن غریب'' طبقات ابن سعد ۴/ ۳۲۹ وسندہ حسن)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوني أبا هر و يدعوني الناس أبا هريرة . ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ابو ہر کہتے تھے اور لوگ مجھے ابو ہریرہ کہتے تھے۔

(المستدرک ۳/ ۵۷۹ ح ۶۱۴۲، تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۷/ ۳۱۳ وسندہ حسن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

''یا أبا هريرة ! ... '' (صحیح بخاری: ۹۹، صحیح مسلم: ۱۷/ ۳، دارالسلام: ۸۲۴ وغیرہما)

ثابت ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو ہریرہ اور ابو ہر دونوں طرح کہا کرتے تھے اور دوسرے لوگ (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین) ابو ہریرہ کہتے تھے۔

پیدائش: آپ کی پیدائش ہجرت نبوی سے تقریباً ۲۰ سال پہلے ہوئی۔

قبولِ اسلام: آپ نے ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر والے سال اسلام قبول کیا۔

آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں تین چار سال رہے۔ رضی اللہ عنہ

تلامذہ: آٹھ سو (۸۰۰) سے زیادہ تابعین

ابو احمد الحاکم الکبیر نے فرمایا: آپ سے آٹھ سو یا (اس سے بھی) زیادہ لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۷/ ۳۱۱)

آپ کے شاگردوں میں سے بعض صحابہ اور مشہور تابعین کے نام درج ذیل ہیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، الحسن البصری، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید بن ابی سعید المقبری، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، ابو وائل شقیق بن سلمہ، شہر بن حوشب، طاؤس بن کیسان، عامر الشعبی، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عبیداللہ بن ابی رافع، عروہ بن الزبیر، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، علی بن حسین بن ابی طالب، عمرو بن دینار، قاسم بن محمد بن ابی بکر، مجاہد بن جبر، محمد بن سیرین، محمد بن کعب القرظی، محمد بن المنکدر، نافع مولیٰ ابن عمر، ہمام بن منبہ، ابو ادریس الخولانی، ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، ابو صالح السمان، ابو العالیہ الریاحی اور ابو عثمان النہدی وغیرہم رحمہم اللہ۔

معاصرین میں سے شیخ عبدالمنعم صالح العلی العزی نے آپ کے ۲۵۷ شاگردوں کے نام مع حوالہ جات لکھے ہیں۔ (دیکھئے دفاع عن ابی ہریرہ ص ۲۷۳ تا ۳۱۲)

حلیہ مبارک: امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: آپ کا رنگ سفید تھا، آپ خوش مزاج اور نرم دل تھے۔ آپ سرخ رنگ کا خضاب یعنی مہندی لگاتے تھے۔ آپ کاٹن کا کھردرا اچھا لباس پہنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۴/ ۳۳۳۔ ۳۳۴ وسندہ صحیح)

فضائل:

۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اپنے اس بندے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) اور اس کی ماں کو مومنین کا محبوب بنا دے اور ان کے دل میں مومنین کی محبت ڈال دے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۹۱، دارالسلام: ۶۳۹۶)

۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث سنیں، پھر آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان احادیث میں سے کسی ایک کو بھی کبھی نہ

بھولے۔ (صحیح بخاری: ۲۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۴۹۲)

۳: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زیادہ رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۳۶ وسندہ صحیح)

۴: ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابو ہریرہ نے سچ کہا ہے۔ (طبقات ابن سعد ۴/ ۳۳۲ وسندہ صحیح)

۵: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہر رات کے تین حصے مقرر کر رکھے تھے جن میں وہ، ان کی بیوی اور ان کا بیٹا باری باری نوافل پڑھتے تھے اور اس طریقے سے سارا گھر ساری رات عبادت میں مشغول رہتا تھا۔

(دیکھئے کتاب الزہد للامام احمد: ۹۸۶، کتاب الزہد لابی داود: ۲۹۸ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۱/ ۳۸۲۔۳۸۳)

۶: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ امارت میں بھی خود لکڑیاں اٹھا کر بازار سے گزرا کرتے تھے۔ (کتاب الزہد لابی داود: ۲۹۷ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۱/ ۳۸۴۔۳۸۵)

۷: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر اُس شخص کے دشمن تھے جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن تھا۔

(طبقات ابن سعد ۴/ ۳۳۵ وسندہ صحیح)

۸: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پوری دنیا میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۷/ ۲۵۳ وسندہ صحیح)

۹: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابو بکر محمد بن اسحاق الامام رحمہ اللہ نے بہترین کلام فرمایا، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

چار طرح کے آدمی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جرح کرتے ہیں:

اول: جہمی معطل (جو صفاتِ باری تعالیٰ کا منکر ہے)

دوم: خارجی (تکفیری جو مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کا قائل ہے)

سوم: قدری (معتزلی جو تقدیر اور احادیث صحیحہ کا منکر ہے)

چہارم: جاہل (جو فقیہ بنا بیٹھا ہے اور بغیر دلیل کے) تقلید کی وجہ سے صحیح احادیث کا مخالف ہے۔ (دیکھئے المستدرک للحاکم ۳/۵۱۳ ح ۶۱۷۶ وسندہ صحیح)

۱۰: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے زمین پر لیٹ جاتا تھا اور بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔

(صحیح بخاری: ۶۴۵۲)

۱۱: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عظیم حافظہ عطا فرمایا تھا، جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

۱۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی، جیسا کہ امام نافع کے بیان سے ظاہر ہے۔ (دیکھئے التاریخ الصغیر/ الاوسط للبخاری ۱/۱۲۶، وسندہ صحیح)

۱۳: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**أبو هريرة الإمام الفقيه المجتهد الحافظ صاحب رسول الله ﷺ ... سيد الحفاظ الأثبات**'' (سیر اعلام النبلاء ۲/۵۷۸)

حافظہ: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو (نبی کریم ﷺ کی دعا کی وجہ سے) عظیم حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ مروان بن الحکم الاموی نے ان سے کچھ حدیثیں لکھوائیں اور اگلے سال کہا: وہ کتاب گم ہوگئی ہے، وہی حدیثیں دوبارہ لکھوا دیں۔

آپ نے وہی حدیثیں دوبارہ لکھوا دیں (بعد میں جب وہ کتاب مل گئی) اور دونوں کتابوں کو آپس میں ملایا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا۔

(المستدرک للحاکم ۳/۵۱۰ وسندہ حسن)

علمی آثار:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ۵۳۷۴ حدیثیں بیان کیں اور ان کی بیان کردہ احادیث یا آپ کی طرف منسوب احادیث میں سے ۳۸۷۸ مسند احمد میں موجود ہیں۔

۲: آپ کے شاگرد ہمام بن منبہ یمنی رحمہ اللہ نے آپ سے احادیث سن کر ۱۴۰ کے قریب حدیثوں کا ایک مجموعہ (صحیفہ ہمام) مرتب کیا تھا جو کہ سارے کا سارا بالکل صحیح ہے اور شائع شدہ ہے۔

۳: آپ عہدِ صحابہ میں دینی مسائل پر فتوے دیا کرتے تھے اور آپ امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی و مجتہد بھی تھے۔

۴: کتاب الحث علی الجہاد لابن عساکر میں آپ کی یا آپ کی طرف منسوب بارہ (۱۲) روایات ہیں: ۱، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۸، ۲۴، ۲۷، ۲۸، ۳۴، ۳۵، ۳۶

میدانِ جہاد:

۱: آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ غزوۂ خیبر میں حاضر تھے۔

(دیکھئے تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۲۳۲ وسندہ صحیح)

۲: آپ وادی القریٰ کے قتال، غزوۂ ذات الرقاع، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ تبوک اور قتال المرتدین، جنگ یرموک نیز ارمینیہ و جرجان کی جہادی جنگوں میں شریک تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب: دفاع عن ابی ہریرۃ ص ۴۶۔۵۵)

ایک عجیب واقعہ:

سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی وفات کے بہت عرصہ بعد ایک نوجوان نے سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی گستاخی کی تو بغداد کی جامع مسجد کی چھت سے ایک بڑا سانپ گرا اور اس نوجوان کے پیچھے دوڑنا شروع کیا اور پھر جب اس نے توبہ کی تو سانپ غائب ہوگیا۔ یہ نوجوان اہلِ الرائے میں سے (یعنی حنفی) تھا۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۲ ص ۱۴)

وفات: ۵۸ھ تقریباً

آپ مدینہ طیبہ کے قریب وادیٔ عقیق میں فوت ہوئے اور آپ کا جسم مبارک مدینہ لایا گیا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو بقیع الغرقد (عندالعوام: جنت البقیع) میں دفن کیا گیا۔ (دیکھئے الدفاع عن ابی ہریرۃ ص ۱۶۷)

آپ کی سیرت طیبہ اور دفاع پر شیخ عبدالمنعم صالح العلی الفری کی کتاب:

"دفاع عن أبي هريرة" بہت عظیم و بہترین ہے۔ نیز دیکھئے: "فضائلِ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم صحیح روایات کی روشنی میں"

(۲۸/ دسمبر ۲۰۱۱ء)

مولانا عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ

احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات میں جدید تحریفات

اہلِ حق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اہلِ باطل کا مؤاخذہ اور باطل پر رد کرتے رہے ہیں۔ اہلِ حق ہر دور میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی ذمہ داری ادا کرتے رہے ہیں اور اہلِ باطل کو خود ان کی کتابوں سے ہمیشہ پکڑتے رہے ہیں۔ اہلِ باطل کو بسا اوقات جب ان کی اپنی ہی خرافات کا آئینہ دکھایا جاتا ہے تو وہ لاجواب ہو جاتے ہیں اور ان عبارات کی شناعت و قباحت تسلیم نہیں کرتے اور اسی وجہ سے ایسی گستاخانہ خلافِ کتاب وسنت عبارات بعض عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن جایا کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے اہلِ باطل کے ایسے گمراہ کن عقائد ونظریات کو دیکھ کر اہلِ عقل وخرد ہمیشہ حق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس مرحلے پر اہلِ باطل کی بے بسی اور اندرونی شکست قابلِ دید ہوتی ہے۔

اہلِ باطل نے ایسے مرحلے سے بچنے کے لئے ایک عرصہ سے اب ایسی عبارات میں تغیر وتبدیل اور تحریف وحذف کا طریقہ کار اختیار کر لیا ہے۔

اس کام کا آغاز شیعہ حضرات نے کیا اور مرزائی بھی پیچھے نہ رہے۔ ان کی جن عبارات پر مؤاخذہ کیا گیا یا الزامی طور پر پیش کی گئیں یا اعتراضات کئے گئے اور جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے ان عبارات کو سرے سے کتابوں سے ہی نکال دیا یا پھر ان میں تبدیلی کر دی۔

شیعہ اور مرزائیوں کی دیکھا دیکھی آلِ دیوبند نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا ہے اور اب اہلِ باطل کی اس غلط روش پر بریلوی ''حضرات'' بھی چل پڑے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلہ کی تازہ مثال ''اعلیٰ حضرت'' بریلوی کی کتاب ''ملفوظات'' ہے۔ اس کتاب کے سابقہ پرانے نسخوں میں چند عبارات قابلِ گرفت تھیں جو گستاخانہ گمراہ کن تھیں اور شرم وحیا، اخلاق وکردار سے عاری تھیں لیکن ''دعوتِ اسلامی'' کے ''مکتبۃ المدینہ، کراچی''

کی طرف سے ''امیر دعوتِ اسلامی'' محمد الیاس قادری عطاری کی زیرِ نگرانی ''مجلس المدینۃ العلمیۃ'' کی تحقیق تخریج وتسہیل کے ساتھ جون ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئی ہے تو بہت سی ایسی عبارات اس ''تحریفی ایڈیشن'' میں موجود نہیں، جو ملفوظات کے سابقہ پرانے اور نئے تمام نسخوں میں موجود ہیں۔

اس محرفانہ ایڈیشن کی صرف پانچ مثالیں اس مختصر مضمون میں تحریر کی جارہی ہیں:

۱) ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''ایک روز دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کے میرے پیر بھائی اور حضرت پیر مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے۔کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیرو مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رواں نہ ہوتے جب ان کا انتقال ہوا، اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی، اُن کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔عرض کی: یا رسول اللہ، حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔فرمایا۔ برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ **الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا** اور یہ وہی برکات احمد صلے اللہ علیہ وسلم تھیں کہ محبت پیرو مرشد کے سبب انھیں حاصل ہوئیں۔ **ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔**''

(ملفوظات مجدد ملہ حاضرہ ص۱۴۲ حصہ دوم، مطبوعہ فرید بک سٹال اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور، ملفوظات ص۱۷۳ حصہ دوم، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور، ملفوظات مطبوعہ احمد رضا خان بریلوی کتب خانہ کراچی ص۱۳۰ حصہ دوم، ملفوظات مطبوعہ نوری کتب خانہ ریلوے اسٹیشن لاہور ص۲۲ حصہ دوم، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر۳ گڈوانی بلڈنگ اردو بازار کراچی ص۱۷۲)

جبکہ ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' جو ''دعوت اسلامی'' کے مکتبۃ المدینہ'' کی طرف سے شائع ہوئی اس کے صفحہ ۲۰۵ پر باقی مکمل واقعہ موجود ہے لیکن خط کشیدہ الفاظ ''الحمد للہ یہ جنازہ

مبارکہ میں نے پڑھایا'' نکال دیئے گئے ہیں۔اسی طرح اس واقعہ میں موجود الفاظ ''میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی'' بھی قابل اعتراض اور گستاخانہ موجود ہیں۔اس لئے ''مجلس المدینۃ العلمیہ'' کے محققین نے جن کی تحقیق ''اعلیٰ حضرت'' سے بھی ''اعلیٰ'' تھی،انھوں نے ان الفاظ کو حذف کر دیا اور عملی طور پر یہ تسلیم کرلیا کہ واقعی یہ گستاخانہ الفاظ تھے،جن سے نبی ﷺ کی یہ توہین ہوتی تھی کہ نعوذ باللہ نبی ﷺ نے احمد رضا خان بریلوی کی اقتدا میں اس کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی جبکہ وہ خود نبی ﷺ کے امام تھے۔**نعوذ باللہ من ذلك.**

چونکہ یہ عبارت غلط تھی اسی لئے نکالی گئی ورنہ اس کو حذف کرنے کا کیا فائدہ؟ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ''اعلیٰ حضرت'' کتنے بڑے گستاخِ رسول تھے۔نیز یہ اعترافِ حقیقت وشکست بھی ہے کہ اس طرح کی گستاخانہ گمراہ کن غلط عبارات ''اعلیٰ حضرت احمد رضا خان'' کے ملفوظات میں لکھی ہوئی ہیں۔

۲) ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خاں بریلوی کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے:

''**عرض۔** حضور فنا فی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے۔

ارشاد۔ یہ خیال ہے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قطب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح کہے کہ سرکار رسالت سے فیوض وانوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجرو حجرو درو دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی، یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے۔

حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جاتے تھے،راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی۔یہ نظر اول تھی، بلا قصد تھی۔دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی،اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ کے پیرو مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں احمد عالم ہو کر انہیں سیدی احمد سجلماسی

کے دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہئے۔عرض کیا: حضور اس وقت وہ سوتی تھی۔فرمایا: سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔عرض کیا: کہ حضور کو کس طرح علم ہوا۔فرمایا۔جہاں وہ سورہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔عرض کیا: ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔'' (ملفوظات ص ۱۶۹ حصہ دوم مطبوعہ فرید بک سٹال حامد اینڈ کمپنی، ملفوظات ۲/۲۰۲ مطبوعہ مشتاق بک کارنر، مطبوعہ احمد رضا خان بریلوی کتب خانہ ۲/۱۵۳، مطبوعہ نوری کتب خانہ ص ۴۵۔۴۶ حصہ دوم، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب ۲/۱۹۹)

جبکہ ملفوظات ''اعلیٰ حضرت'' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کے ۲/۲۳۴ میں ابتدائی مسئلہ ''فنا فی الشیخ ..'' موجود ہے لیکن اگلی مکمل خط کشیدہ عبارت موجود نہیں ہے اس مکمل عبارت کو ''مجلس المدینۃ العلمیہ'' کے محققین نے اعلیٰ حضرت کی اعلیٰ تحقیق سے انکار کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو فوقیت دیتے ہوئے حذف کردیا ہے۔

کیا عجیب واقعہ ہے کہ شیخ عبدالعزیز دباغ فوت شدہ کو قبر کے اندر معلوم ہوگیا کہ میرا مرید احمد سجلماسی کسی حسین عورت کو دیکھ رہا ہے۔پھر اس کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ ایک بیوی سے ہمبستری کررہا ہے اور دوسری جاگ رہی ہے، مزید ایک پلنگ پر شیخ عبدالعزیز ان میاں بیوی کی بلیو پرنٹ بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں اور پھر اس کی خبر بھی اپنے مرید کو دے رہے ہیں۔!!

۳) ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا بریلوی کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے:

'' **عرض**۔حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے۔

ارشاد۔ سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسےٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مشہو مجاذیب سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا۔بادشاہ قاضی واکابر جمع ہوکر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی

چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا، مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے، یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے، انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیئے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار مسجد کو ہو لئے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی۔ اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔ فرمایا۔ اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا۔ کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا۔ اور وہی چوڑیاں۔ اندھی تقلید کے طور ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا، کہ اب تک بالیاں کڑے جوش پہنتے ہیں، یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق'' (ملفوظات ص ۲۰۸ حصہ دوم مطبوعہ فرید بک سٹال حامد اینڈ کمپنی، ملفوظات ۲/ ۲۴۰ مشتاق بک کارنر، مطبوعہ احمد رضا خاں بریلوی کتب خانہ ص ۱۸۶ حصہ دوم، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۲/ ۸۰۔۸۱، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۲/ ۲۳۸)

جبکہ ملفوظات ''اعلیٰ حضرت'' (ص ۲۷۸ حصہ دوم) مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کراچی میں یہ واقعہ موجود ہے لیکن خط کشیدہ الفاظ ''یا اپنا سہاگ واپس لیجئے'' اور آگے چل کر ''فرمایا میرا خاوند حیّ لا یموت ہے کہ کبھی نہ مریگا اور مجھے یہ بیوہ کئے دیتے ہیں'' کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ میں (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو سہاگ اور خاوند قرار دیا گیا ہے اور خود کو اس کی سہاگن اور بیوی۔ یہ ''اعلیٰ حضرت'' کی تحقیق تھی جبکہ دعوتِ اسلامی کی مجلس المدینۃ العلمیہ کی تحقیق ''اعلیٰ حضرت'' کی تحقیق سے اعلیٰ ہوگئی کہ انہوں نے یہ الفاظ نکال دیئے۔ چونکہ یہ الفاظ غلط تھے اس لئے نکالے گئے لیکن دوسرے تمام نسخوں میں اللہ تعالیٰ کی یہ گستاخی موجود ہے۔

۴) ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''**مؤلّف:** دوسری بار کی حاضری میں جو انعامات سرکار سے پائے ان کو بیان فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا وہ خود اپنے مہمانوں کی مدد فرماتے ہیں اور حضور تو حضور ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضور کی امت کے اولیائے کرام کی بھی یہی شان ہے۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ مزار مبارک پر آپ کی ولادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے۔ کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کیے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہوگئی۔ یہ ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہو جاتے تھے اس دفعہ آخر دن پہنچے جو اولیائے کرام مزار مبارک پر مراقب تھے انہوں نے فرمایا کہاں تھے دو روز سے حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں عبدالوہاب آیا۔ عبدالوہاب۔ انہوں نے فرمایا کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا اطلاع کیسی حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا اللہ تعالےٰ مجھ سے سوال کرے گا (پھر فرمایا) ان پر خاص توجہ تھی اور ان کو بھی خاص نیازمندی تھی اسی وجہ سے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔ حدیث میں ہے جو کوئی دریافت کرنا چاہے کہ اللہ کے یہاں اس کی کس قدر، قدر و منزلت ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی کس قدر، قدر و منزلت ہے اتنی ہی اس کی اللہ کے یہاں ہے۔ حضرت سیّدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا ہجوم اور میلہ ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اَلنَّظْرَةُ الْاُوْلٰی لَکَ وَ الثَّانِیَةُ عَلَیْکَ۔ پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے عرض کی ہاں اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں

ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی۔ خادم کو ارشاد ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب وہ دیر کا ہے کی فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

....

ف۔ قرض وصول کرنے میں جو خرچ ہو مقروض سے لینا حرام ہے۔

ف١۔ سید احمد بدوی کبیر کی مجلس میلاد مصر میں منعقد ہوتی ہے۔

ف٢۔ امام شعرانی التزام کے ساتھ ہر سال مجلس میلاد سید احمد بدوی کبیر میں حاضر ہوتے اپنی کتاب میں اس کی بہت تعریف فرماتے ہیں۔

ف٣۔ حضرت سید احمد بدوی کبیر کے مزار پر اولیاء کرام کا مراقبہ۔

ف٤۔ حضرت کا مزار مبارک سے پردہ اٹھا کر امام شعرانی کو اولیاء حاضرہ سے دریافت کرنا۔

ف٥۔ حضرت کا ارشاد کتنی ہی منزل سے کوئی میرے مزار کی حاضری کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اس کی رسی کا ٹکڑا جاتا رہے گا تو اللہ تعالےٰ مجھ سے سوال کرے گا۔

ف٦۔ حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔

ف٧۔ پہلی نظر معاف ہے دوسری پر مواخذہ ہوگا۔

ف٨۔ سید احمد بدوی کبیر کا غیب پر مطلع ہونا۔

ف١٠۔ اپنے شیخ سے کوئی امر چھپانا نہیں چاہیے۔"

(ملفوظات ص ٢٧٥۔٢٧٦ حصہ سوم مطبوعہ فرید بک سٹال حامد اینڈ کمپنی، ملفوظات ص ٣٠٨۔٣٠٩ حصہ سوم مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور، مطبوعہ احمد رضا خاں بریلوی کتب خانہ لاہور ص ٢٤٩۔٢٥٠ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ص ٢٨۔٢٩ حصہ سوم، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی ص ٣٠٥۔٣٠٦ حصہ سوم)

جبکہ ملفوظات "اعلیٰ حضرت" مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کراچی ص ٣٦١ حصہ سوم میں "حضرت سیدی احمد بدوی کبیر سے لیکر آخر... اپنی حاجت پوری کرو" تک خط کشیدہ عبارت موجود نہیں۔ اس کو جان بوجھ کر حذف کیا گیا ہے جبکہ یہ بقیہ تمام نسخوں میں موجود

ہے۔اوران الفاظ میں کس قدر واضح فوت شدہ پیر قبر کے اندر سے باہر کے حالات جانتا حتیٰ کہ مرید کے دل کی کیفیت جانتا اوراس پر تصرف رکھتا ہے کہ لونڈی کے ساتھ جماع کرنے کا بھی حکم جاری فرما دیا ہے۔

اب تحقیق ''اعلیٰ حضرت'' کی اعلیٰ تھی یا ''مجلس المدینۃ العلمیہ دعوت اسلامی'' کی اعلیٰ ہے؟ کہ اس عبارت کو ہی ملفوظات سے نکال دیا گیا ہے۔

۵) ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا بریلوی نے کہا:

''**عرض۔** انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ان کو ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تو ان کو حج کرتے...''

(ملفوظات ص ۲۷۶ حصہ سوم مطبوعہ فرید بک سٹال حامد اینڈ کمپنی ، ملفوظات ص ۳۱۰ حصہ سوم مطبوعہ مشتاق بک کارنر، ملفوظات ص ۲۵۰ مطبوعہ احمد رضا خاں بریلوی کتب خانہ ، ملفوظات مطبوعہ نوری کتب خانہ ص ۲۹۔۳۰ حصہ سوم ، ملفوظات مطبوعہ محمد علی کارنر اسلامی کتب ص ۳۰۷۔۳۰۸ حصہ سوم)

جبکہ ملفوظات ''اعلیٰ حضرت'' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کے ص ۳۶۲ یہ عبارت موجود ہے لیکن خط کشیدہ الفاظ'' بلکہ سیدی محمد عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں ..الخ'' موجود نہیں ، ان الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں نبی ﷺ کی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی سخت گستاخی موجود ہے۔

الشیخ الفقیہ محمد بن صالح ابن العثیمین رحمہ اللہ ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر

زکوٰۃ کے انفرادی اور اجتماعی فوائد

[اسلام کا تیسرا بنیادی رکن زکوٰۃ ہے۔ صحیح طریقے سے مستحقین تک زکوٰۃ پہنچانے والے کو درج ذیل انفرادی و اجتماعی حکمتیں اور فائدے حاصل ہوتے ہیں:]

۱: بندے کے اسلام کا اتمام و اکمال؛ کیونکہ یہ (زکوٰۃ) ارکانِ اسلام میں سے ہے، لہٰذا جب انسان اس کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا اسلام مکمل و کامل ہو جاتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عظیم مقصد ہے، پس ہر مسلمان شخص اپنے دین کے اکمال کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

۲: یہ زکوٰۃ دینے والے کے صدق و ایمان کی دلیل ہے، اس لئے کہ مال دلوں کو بہت پیارا ہوتا ہے اور پیاری و محبوب چیز صرف اسی صورت میں خرچ کی جاتی ہے جب اس جتنی یا اس سے زیادہ محبوب چیز کا حصول مقصود ہو بلکہ اس سے محبوب تر چیز کے حصول پر اس پسندیدہ چیز کو خرچ کیا جاتا ہے، اسی لئے اس (زکوٰۃ) کو صدقہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ یہ (صدقہ) زکوٰۃ ادا کرنے والے کی اللہ عزوجل کی رضا کی سچی طلب پر دلالت کرتا ہے۔

۳: یہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے اخلاق سنوارتی ہے، یہ اس کو بخیلوں کے زمرے سے نکال کر سخیوں کے زمرے میں داخل کرتی ہے، کیونکہ جب وہ اپنے نفس کو خرچ کرنے کا عادی بنا لیتا ہے، خواہ علم کا خرچ کرنا ہو یا مال کا صرف کرنا ہو یا جاہ کی قربانی، اور یہ خرچ کرنا اس کی عادت اور طبیعت و مزاج بن جاتا ہے حتیٰ کہ جس روز وہ اپنے معمول کے مطابق کچھ خرچ نہیں کرتا تو وہ رنجیدہ اور پریشان ہو جاتا ہے، جیسے وہ شکاری جو ہر روز شکار کرتا ہے اگر کسی روز وہ شکار سے پیچھے رہ جائے تو وہ رنجیدۂ خاطر ہو جاتا ہے اور اسی طرح جس شخص نے اپنے نفس کو سخاوت کا عادی بنا لیا ہو تو اگر کسی

روزا اپنے مال یا جاہ یا منفعت سے خرچ نہ کر سکے تو وہ کبیدۂ خاطر ہو جاتا ہے۔

٤: زکوٰۃ دل کو مطمئن کرتی ہے، پس انسان جب کوئی چیز خرچ کرتا ہے، خاص طور پر مال تو وہ اپنے دل میں اطمینان پاتا ہے اور یہ چیز مجرب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ خرچ کرنا سخاوت اور خوش دلی کے جذبے سے ہو، اس طرح نہ ہو کہ مال تو خرچ کر دیا، لیکن اس کو دل سے نہیں نکالا، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''زادالمعاد'' میں ذکر کیا ہے کہ خرچ وسخاوت انشراح صدر اور اطمینان قلب کا سبب ہے، لیکن اس سے صرف وہی شخص استفادہ کر سکتا ہے جو سخاوت اور خوش دلی کے جذبے سے خرچ کرتا ہے اور وہ اپنا مال اپنے ہاتھ سے دینے سے پہلے اس کو اپنے دل سے نکالتا اور ادا کرتا ہے، رہا وہ شخص جو اپنے ہاتھ سے تو مال ادا کرتا ہے، لیکن اس کو دل میں جگہ دیئے رکھتا ہے تو وہ اس خرچ کرنے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

٥: یہ انسان کو مومن کامل کے ساتھ ملاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا یؤمن أحدکم حتّی یحب لأخیه ما یحب لنفسه))

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ جو چیز اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ (صحیح بخاری: ۱۳، صحیح مسلم: ۴۵)

٦: یہ جنت میں جانے کا ذریعہ ہے، کیونکہ جنت اس شخص کے لئے ہے جس نے عمدہ گفتگو کی، سلام پھیلایا (کثرت سے سلام کیا)، کھانا کھلایا اور نمازِ تہجد پڑھی، جبکہ دیگر لوگ محوِ خواب تھے۔ (المستدرک ۱/۳۲۱ ح ۱۲۰۰ نحو المعنیٰ مختصراً وسندہ حسن وللحدیث شواہد)

ہم سب جنت میں جانے کے لئے کوشاں ہیں۔

٧: زکوٰۃ اسلامی معاشرے کو ایک خاندان کی طرح بنا دیتی ہے، اس میں صاحبِ قدرت ناتواں شخص کی اور مال دار شخص تنگ دست کی مدد کرتا ہے، پس انسان یہ سمجھنے اور محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ اس کے بھائی ہیں اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے، ان پر احسان کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پر

احسان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ ﴾
اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (اس کے بندوں پر) احسان کر۔

(القصص:۷۷)

پس اس طرح امتِ اسلامیہ ایک خاندان کی طرح ہو جاتی ہے، اور متاخرین کے ہاں یہ اجتماعی کفالت کے نام سے معروف ہے، اور اس کے لئے زکوٰۃ ہی بہتر ہے کیونکہ انسان اس کے ذریعے سے فریضہ ادا کرتا ہے اور اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

۸: یہ فقراء کی بغاوت کی حرارت کو ختم کرتی ہے، کیونکہ فقیر شخص جب دیکھتا ہے کہ یہ (مال دار) شخص اپنی مرضی کی سواری (پر تعیش گاڑی) پر سواری کرتا ہے، اپنی من پسند کوٹھی اور بنگلے میں رہتا ہے اور اپنی چاہت کے انواع و اقسام کے کھانے کھاتا ہے، جبکہ وہ (فقیر شخص) پیدل چلتا ہے اور آسمان کی چھت تلے راستوں (FOOT PATH) پر سوتا ہے اور اس طرح کی دیگر سہولتوں سے محرومی، کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے دل میں بغاوت کے کچھ جذبات رکھتا ہے۔ پس جب مال دار حضرات فقراء پر مال خرچ کرتے ہیں تو وہ ان کی بغاوت (کے تعمیر ہونے والے قلعے) کو توڑ دیتے ہیں اور ان کے غیظ و غضب (کی آگ) کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں، اور وہ (فقراء) کہتے ہیں کہ ہمارے کچھ بھائی ہیں جو تنگ دستی میں ہمیں یاد رکھتے ہیں پس اس طرح وہ مال دار حضرات سے الفت رکھتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔

۹: یہ مالی جرائم، مثلاً چوریاں، ڈاکے اور اغواء کو روکتی ہے اور اس طرح کے دیگر جرائم، کیونکہ فقراء کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ملتا رہتا ہے، چونکہ مال دار حضرات اپنے مالوں میں سے انھیں دیتے رہتے ہیں اس لئے وہ (فقراء) ان سے الجھاؤ پیدا نہیں کرتے۔ وہ سونے، چاندی اور سامانِ تجارت میں سے چالیسواں حصہ (اڑھائی فیصد) زرعی پیداوار اور باغات کے پھلوں پر دسواں یا بیسواں حصہ، اور مویشیوں میں سے ایک بہت بڑی نسبت سے مویشی ان کو دیتے ہیں، پس وہ سمجھتے

ہیں کہ وہ ان پر احسان کرتے ہیں اور ان پر زیادتی نہیں کرتے۔

۱۰: روزِ قیامت کی گرمی سے نجات۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہر شخص روزِ قیامت اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔

(مسند احمد ۱۴۸/۴ ح ۱۷۳۳۳ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۲۴۳۱ وابن حبان: ۳۳۱۰ والحاکم ۴۱۶/۱ ووافقہ الذہبی)

اور جس روز اللہ تعالیٰ کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا تو جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے تلے جگہ نصیب فرمائے گا ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((رجل تصدق بصدقة فأخفاها حتّى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه))

ایک وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو اتنا مخفی رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

۱۱: یہ انسان کی اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے ضابطوں کی معرفت حاصل کرنے میں معاونت کرتی ہے، کیونکہ وہ زکوٰۃ کے احکام، اس کے اموال وانصاب اور اس کے مستحقین اور ان کے علاوہ دیگر ضروری چیزوں کی معرفت حاصل کرنے کے بعد ہی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

۱۲: وہ حسی اور معنوی لحاظ سے مال کو بڑھاتی ہے، پس جب انسان اپنے مال میں سے صدقہ کرتا ہے تو یہ اس کو آفتوں سے بچاتا ہے، اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس صدقے کی وجہ سے اس شخص کے لئے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کا رزق بڑھا دیتا ہے، اس لئے حدیث میں آیا ہے: ((ما نقصت صدقة من مال))

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۸/۶۹ [۶۵۹۲])

یہ چیز مشاہدے میں آچکی ہے کہ بخیل شخص کے مال پر بسا اوقات ایسی چیز مسلط کر دی جاتی ہے جو اس کو ختم کر دیتی ہے یا اس کا زیادہ تر مال جل کر خاکستر ہو جاتا ہے، یا اسے بہت زیادہ خسارہ ہو جاتا ہے یا اس پر امراض حملہ کر دیتے ہیں اور وہ علاج کرانے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا بہت سا مال اس سے چلا جاتا ہے۔

۱۳ : یہ نزول خیر وبرکات کا ذریعہ ہے، حدیث میں آیا ہے:

((ما منع قوم زكاة أموالهم إلا منعوا القطر من السماء))

جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتے تو وہ بارش سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

(المستدرک ۵۴۰/۴ ح ۸۶۲۳ نحو المعنیٰ، اتحاف المہرۃ ۵۹۰/۸ ح ۱۰۰۱۵ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

۱۴ : جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے: ((إن الصدقة تطفيء غضب الرب))

یقیناً صدقہ رب تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ [یہ روایت ثابت نہیں ہے۔]

(سنن الترمذی: ۶۶۴ نحو المعنیٰ وسندہ ضعیف ومع ذلک صححہ الألبانی بشواہدہ الضعیفۃ والمردودۃ !)

۱۵ : زکوٰۃ بُری موت سے بچاتی ہے۔

۱۶ : یہ آسمان سے اترنے والی بلاؤں سے ٹکراتی ہے اور انھیں زمین تک پہنچنے نہیں دیتی۔

۱۷ : یہ خطاؤں کو ختم کر دیتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الصدقة تطفيء الخطيئة كما يطفيء الماء النار)) صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (سنن الترمذی: ۶۱۴ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''حسن غریب'')

نزولِ باری تعالیٰ

مشہور ثقہ محدث فقیہِ کبیر اور جلیل القدر امام ابو جعفر محمد بن احمد بن نصر الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۵ھ) سے کسی نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث: ((إن الله (تعالیٰ) ينزل إلى سماء الدنيا)) بے شک اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے، کے بارے میں پوچھا کہ ''فالنزول كيف يكون يبقى فوقه علو ؟'' پس نزول سے (عرش پر) بلند ہونا کیسے باقی رہ جاتا ہے؟ امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے جواب دیا: نزول معقول (ومعلوم) ہے اور کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس (کی کیفیت) کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ (تاریخ بغداد ۳۶۵/۱ ت ۳۰۷ وسندہ صحیح)

[سید تنویر حسین شاہ ہزاروی]

قاری ذکاءاللہ حافظ آبادی

اعترافِ حقیقت (قسط نمبر۲)

آلِ دیوبند کے ہاں تواتر کا مقام

محترم قارئین! گزشتہ سطور میں آپ نے پڑھ لیا کہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک رفع الیدین کرنا سنداً وعملاً ثابت ہے، منسوخ نہیں اور ثبوت بھی بالتواتر ہے۔

تواتر کا مقام آلِ دیوبند کے نزدیک کتنا ہے اس کا اندازہ درج ذیل کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''چونکہ احادیث حیات انبیاء علیہم السلام کو تواتر حاصل ہے اس لیے اس کا انکار کرنے والا اھل سنت والجماعت سے خارج ہے۔اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔''

(قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر ص۴۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی کی عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

۱: حیات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی احادیث تواتر سے ثابت ہیں۔

۲: تواتر کا منکر اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

۳: تواتر کے منکر کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ایک طرف یہ دعویٰ کہ رفع الیدین تواتر کے ساتھ سنداً وعملاً ثابت ہے اور دوسری طرف یہ دعویٰ کہ تواتر کا منکر اہل السنہ والجماعۃ سے خارج اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اب تو کوئی بھی دیوبندی رفع الیدین نہیں کرتا اور آلِ دیوبند کے گھر کے فتوے ہی سے معلوم ہو گیا کہ ان کا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ نہیں، بلکہ یہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

واقعی آلِ دیوبند کے علماء کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔اپنوں نے ہی ان پر کیا کیا تیر

برسائے۔کیا دعائیں نکلتی ہوں گی انور شاہ کشمیری کے لئے؟

دلیل نمبر(۲۱) انور شاہ کشمیری دیو بندی نے لکھا ہے:

"واعلم أن الأحاديث الصحاح فى الرفع تبلغ إلى خمسة عشر و إن سلكنا مسلك الاغماض فإلى ثلاثة و عشرين ولنا حديث ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعًا و مرسل آخر فى التخريج الزيلعى فقد ثبت الامران عندى ثبوتًا لا مرد له فلا خلاف الا فى الاختيار وليس فى الجواز"

اور تو جان لے کہ رفع الیدین کے متعلق صحیح احادیث (کی تعداد) پندرہ تک پہنچتی ہے، اگر ہم اغماض کے مسلک کو اختیار کریں تو تئیس (۲۳) تک (پہنچتی) ہے اور ہماری (دلیل) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے اور ایک دوسری مرسل بھی جو کہ تخریج (نصب الرایہ) للزیلعی میں ہے پس تحقیق میرے نزدیک معاملہ رفع الیدین کے کرنے اور نہ کرنے، دونوں کا ثبوت ہے جس کی تردید جائز نہیں اور اختلاف فقط اختیار کرنے میں ہی ہے، جواز میں نہیں ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری ۲/ ۲۵۵۔۲۵۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

مشہور ثقہ امام عبداللہ بن مبارک المروزی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا:

"خصلتان من كانت فيه :الصّدق و حب أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فأرجو أن ينجو إن سلم"

جس آدمی میں دو خصلتیں ہوں: سچائی اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے محبت تو مجھے امید ہے کہ وہ نجات پا جائے گا بشرطیکہ وہ (گناہوں سے) بچا رہے۔

(الطیوریات ۲/ ۳۳۰، ۳۳۱ ح ۲۷۴ واسنادہ صحیح)

[سید تنویر حسین شاہ ہزاروی]

قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی

اہلِ حدیث کے حق پر ہونے کی کہانی، علمائے دیوبند کی زبانی

عربی کا مشہور مقولہ ہے: **الفضل ما شهدت به الأعداء .**

فضیلت وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

فی زمانہ بعض وہ لوگ جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں، ان کا مشن اہلِ حدیث کی مخالفت ہے، تاہم ان کے اکابر نے اہلِ حدیث کی صداقت کا اعتراف کیا ہے۔ درج ذیل عبارات میں انھی کے اکابر کے چند حوالے پیش کرتا ہوں، شاید کہ یہ حوالے آلِ دیوبند کے لئے مشعلِ راہ بن جائیں اور وہ اہلِ حدیث کی مخالفت سے باز آجائیں اور انھیں برا بھلا کہنا چھوڑ دیں:

۱) آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔ فقط '' (کفایت المفتی ۱/ ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

''مفتی'' کفایت اللہ نے مزید لکھا ہے: ''غیر مقلدین کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔''

(کفایت المفتی ۱/ ۳۲۷ جواب نمبر ۳۷۳)

۲) دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم احمد علی لاہوری، جن کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سلطان العارفین شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ'' (جزء القراءۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۴)

اور محمود عالم صفدر دیوبندی نے احمد علی لاہوری دیوبندی کے بارے میں لکھا ہے:

''رئیس المفسرین امام الاولیاء قدوۃ السالکین حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ''

(فتوحات صفدر ۲/ ۲۱)

اسی احمد علی لاہوری نے کہا ہے: ''میں قادری اور حنفی ہوں اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں''

(ملفوظات طیبات ص ۱۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۶)

۳) دیوبندیوں کے ''فقیہ العصر اور بہت بڑے مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''تقریباً دوسری تیسری ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیش نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث اس زمانے سے لے کر آج تک انھی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا ہے۔''

(احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۱۶، مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰)

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی کے اس قول سے آل دیوبند کے اس عقیدہ غلیظہ کا رد ہوتا ہے کہ اہلِ حدیث انگریز کی پیداوار ہیں۔

کہاں دوسری اور تیسری صدی ہجری اور کہاں تیرہویں چودھویں صدی میں ہندوستان میں انگریز کی آمد؟!

واقعی رشید احمد لدھیانوی کا یہ قول، آل دیوبند کے لئے ایک سانحہ عظیمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴) دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''حضرت شیخ الہند نے مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اہل حدیث) کے حق میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ صاحب کیسی ہی بدزبانی سے پیش آویں مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کلمات موہم تکفیر و تفسیق ہرگز آپ کی شان میں نہ کہیں گے بلکہ الٹا آپ کے اسلام ہی کا اظہار کریں گے ولنعم ما قیل'' (احسن الکلام ۲/ ۱۵۵، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۶۹)

۵) دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی کی پسند فرمودہ کتاب میں عبدالحق حقانی نے لکھا ہے: ''اور اہل سنت، شافعی، حنبلی، مالکی، حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں'' (عقائد اسلام ص ۳)

یہ کتاب عقائد اسلام محمد قاسم نانوتوی کی پسند فرمودہ ہے۔ (دیکھئے عقائد اسلام ص ۲۶۹)

کیسی عجیب بات ہے!

ایک طرف تو یہ دعویٰ کہ اہل حدیث انگریز کی پیداوار ہیں اور دوسری طرف اہل سنت والجماعت اور اہلِ حق، بھلا کوئی انگریز اہل سنت والجماعت کی بناء رکھ سکتا ہے؟

ویسے ایک ہی مذہب میں باہمی تضاد کی بدترین مثال، آپ کو آلِ تقلید کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی۔

۶) دیوبندیوں کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی نے کہا:

''بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جبکہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں۔ کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت ۳۳۲/۲۹، مجالس حکیم الامت ص ۳۹۵)

اشرف علی تھانوی نے مزید فرمایا: ''ترک تقلید پر قیامت میں مواخذہ ہوگا تو نہ کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں'' (ملفوظات حکیم الامت ۹۵/۲۶)

صحابہ سے محبت دین وایمان ہے

''و نحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط في حب أحد منهم ولا نتبرأ من أحد منهم ، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم ، ولا نذكرهم إلا بخير ، وحبهم دين وإيمان وإحسان ، وبغضهم كفر ونفاق و طغيان .'' ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور ان کی محبت میں افراط وتفریط نہیں کرتے، ان میں سے کسی ایک پر تبرا نہیں کرتے۔ ہم ہر اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتا ہے اور بھلائی کے بغیر ان کا ذکر کرتا ہے۔

ہم صحابہ کا ذکرِ خیر ہی کرتے ہیں، صحابہ سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض: کفر، نفاق اور طغیان (سرکشی) ہے۔ (عقیدہ طحاویہ مع الشرح ص ۵۲۸)

حافظ محمد مزمل (اوکاڑہ)

جھوٹ کے دس نقصانات

محترم قارئین کرام! جھوٹ کے بے شمار نقصانات ہیں، جن میں سے دس نقصانات درج ذیل ہیں:

۱) جھوٹا شخص راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے اور جھوٹ بولنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المومنون:۲۸)

۲) عبادت کا اجر ختم ہو جاتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ دار جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت وضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری:۱۹۰۳)

۳) کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں:

(۱) شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) جھوٹی گواہی دینا (۴) جھوٹی بات

(صحیح مسلم:۸۷، دارالسلام:۲۵۹)

۴) منافق بن جاتا ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری:۳۳، صحیح مسلم:۵۹، دارالسلام:۲۱۱)

۵) ہلاکت یقینی ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: ہلاک ہو گیا وہ شخص جو لوگوں کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۱۵ وقال: ھذا حدیث حسن، سنن ابی داود: ۴۹۹۰ وسندہ حسن)

۶) جھوٹ جہنم کی طرف لے جاتا ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۰۹۴، صحیح مسلم: ۲۶۰۶ واللفظ لہ)

۷، ۸) قیامت کے دن نظرِ رحمت اور کلامِ الٰہی سے محروم اور دردناک عذاب میں مبتلا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا، نہ گناہوں سے پاک کرے گا بلکہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

صحابی کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے ان کی وضاحت فرمائی:

۱: چادر یا شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا

۲: احسان جتلانے والا

۳: جھوٹی قسم اٹھا کر سامان فروخت کرنے والا (صحیح مسلم: ۱۰۶، دارالسلام: ۲۹۳)

۹) جھوٹ بولنا ایمان کے منافی ہے:

سیدنا ابن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

(الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰۸۱، وسندہ قوی)

۱۰) عبرتناک انجام:

نبی ﷺ نے خواب میں دیکھا ایک آدمی چت لٹایا ہوا ہے اور دوسرا شخص لوہے کے آنکڑے سے اس کی ایک باچھ گدی تک چیر دیتا ہے، پھر دوسری جانب جا کر وہی عمل کرتا ہے۔ اتنی دیر میں پہلی جانب صحیح ہو جاتی ہے، وہ پھر آ کر اسے چیرنا شروع کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: یہ وہ شخص ہے جو صبح کے وقت اٹھ کر جھوٹ بولتا تھا، پھر وہ جھوٹ تمام لوگوں میں پھیل جاتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۰۴۷)

حافظ زبیر علی زئی

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سراً یا جہراً؟

اللہ تعالیٰ نے ہر مکلّف مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں:

نمازِ فجر، نمازِ ظہر، نمازِ عصر، نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء

نمازِ ظہر، نمازِ عصر، نمازِ مغرب کی آخری رکعت اور نمازِ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سری یعنی آہستہ آواز سے خفیہ قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے پر اہلِ حدیث اور حنفیہ، نیز دیوبندیہ و بریلویہ سب کا اتفاق ہے۔

نمازِ فجر، نمازِ مغرب کی پہلی دو رکعتوں اور نمازِ عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری یعنی اونچی آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

۱: امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن المبارک اور امام احمد بن محمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً پڑھنے کے قائل تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۴)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ (جہری نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنے کے قائل تھے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۵)

اہلِ حدیث کے نزدیک دونوں طرح عمل جائز ہے اور عام طور پر سراً پڑھنا بہتر ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۳۷۔۳۸ ح ۱۳)

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنے کے جواز کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار ۱/ ۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۸)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۳۷)

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔

(جزء الخطیب وصحہ الذھبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ ص ۱۸۰ ح ۴۱)

۳: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ (جزء الخطیب وصحہ الذھبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ ص ۱۸۰ ح ۴۱ ولہ شاھد صحیح عند ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۷۷ شاملۃ)

۴: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۵۵ وسندہ صحیح موقوف، باب: من کان تجھر بھا، وصحہ البیہقی ۲/ ۴۸)

۵: امام نعیم المجمر رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میں تم سب سے زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۵۱ ح ۴۹۹، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۷۹۴)

اس موقوف ومرفوع حدیث کی سند صحیح ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ کا سعید بن ابی ہلال کے اختلاط کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے احادیث صحیحین میں بطورِ حجت موجود ہیں اور کسی محدث نے خاص اس سلسلۂ سند پر کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ثابت ہوا کہ خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے حدیث قبل از اختلاط ہے۔ (نیز دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح)

اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

(۱) ابن خزیمہ (۲) ابن حبان (۳) ابن الجارود (۴) دارقطنی (۵) حاکم (۶) ذہبی (۷) بیہقی (۸) خطیب بغدادی اور (۹) حافظ ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

اصولِ حدیث کی رُو سے صحیح اور جمہور محدثین کے نزدیک بھی صحیح حدیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی جرح غلط ہے۔ بطورِ فائدہ عرض ہے کہ اس حدیث پر حافظ ابوحاتم ابن حبان نے ''ذکر ما یستحب للإمام أن یجھر ببسم اللّٰہ الرحمن الرحیم عند ابتداء قراءۃ فاتحۃ الکتاب'' کا باب باندھا ہے۔ (الاحسان ۵/ ۱۰۰ ح ۱۷۹۷، التقاسیم والانواع ۴/ لوحہ ۲۰۷)

حافظ زبیر علی زئی

سوالات کے جوابات شریعت کی روشنی میں

سوال: نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور وجل ثناؤک کے بارے میں بتائیں، آیا یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ نہیں؟

الجواب: نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ (ح ۱۳۳۵)

جل ثناؤك اور سبحانك اللّٰھم دونوں کا نمازِ جنازہ میں پڑھنے کا کوئی ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے اور نہ کسی صحابی یا تابعی سے ثابت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا نمازِ جنازہ میں سبحانک اللّٰھم وبحمدک والی دعائے استفتاح پڑھنی چاہیے؟ تو انھوں نے فرمایا: "ما سمعت" میں نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں سنا۔ (مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۲۱۷)

سوال: جھوٹ بولنے والا بندہ حدیث کے مطابق منافق ہوتا ہے، بتائیں کہ منافق کے پیچھے نماز ہوتی ہے کہ نہیں؟ امام مسجد پر جب جھوٹ ثابت ہو جائے تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: جھوٹ بولنا نفاق کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اور جھوٹ بولنے والا فاسق فاجر ہے۔ فاسق فاجر کے پیچھے نماز تو ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔ کتاب الاذان باب امامۃ المفتون والمبتدع (ح ۶۹۵)

لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ فاسق فاجر کو مستقل امام نہیں بنانا چاہیے۔

سوال: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ جب اُنھوں نے ایک غریب عورت اور اس کے بچوں کو بیت المال سے کھجوریں، آٹا اور چربی دی تھی۔

یہ واقعہ حدیث کی رو سے کس کتاب یا کس انداز سے بیان کیا گیا ہے؟

الجواب: یہ واقعہ حسن لذاتہ سند کے ساتھ ثابت ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ایک عورت کے بھوکے بچوں کا قصہ

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

مصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری نے کہا: میرے والد عبداللہ بن مصعب نے مجھے حدیث بیان کی، انھوں نے ربیعہ بن عثمان الہدیری سے، انھوں نے زید بن اسلم سے، انھوں نے اسلم (مولیٰ عمر) سے (حدیث بیان کی) کہ ہم (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حرۂ واقم کی طرف نکلے حتی کہ ہم جب صرار (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے تو انھوں (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے اسلم! میں دیکھتا ہوں کہ یہاں کچھ سوار ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں، رات اور سردی کی وجہ سے عاجز اور بے بس معلوم ہوتے ہیں، آؤ (ان کے پاس) چلیں۔ ہم دوڑتے ہوئے گئے اور ان کے قریب پہنچ گئے، دیکھا کہ ایک عورت کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے رو رہے ہیں اور آگ پر ہنڈیا چڑھائی ہوئی ہے۔

عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے روشنی والو! السلام علیکم، اور انھوں نے اے آگ والو! کہنا ناپسند کیا تو اس عورت نے جواب دیا: وعلیکم السلام۔

انھوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا ہم قریب آجائیں؟

وہ عورت بولی: اچھے طریقے سے قریب آجائیں یا (ہمیں) چھوڑ دیں۔

پھر جب ہم قریب ہوئے تو انھوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا ہے؟

اس عورت نے کہا: رات ہو چکی ہے اور سردی بھی ہے۔

انھوں نے پوچھا: یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟

اس عورت نے جواب دیا: بھوک کی وجہ۔

انھوں نے پوچھا: ہانڈی میں کیا چیز (پک رہی) ہے؟

اس عورت نے جواب دیا: اس میں وہ ہے جس کے ساتھ میں ان بچوں کو چپ کرا رہی ہوں

تا کہ وہ سو جائیں۔ ہمارے اور عمر کے درمیان اللہ ہے۔

انھوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے، عمر کو تمھارے بارے میں کیا پتا ہے؟

اس عورت نے کہا: عمر ہمارا حاکم ہے اور پھر ہم سے غافل رہتا ہے؟

انھوں (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) نے میری طرف رخ کر کے فرمایا: چلو ہمارے ساتھ، پھر ہم بھاگتے ہوئے اس جگہ گئے جہاں آٹا رکھنے کا سٹور تھا۔ انھوں نے آٹے کی ایک بوری اور چربی کا ایک ڈبہ نکالا اور کہا: یہ مجھ پر لاددو۔

میں نے کہا: آپ کے بجائے میں اسے اٹھالیتا ہوں۔

انھوں نے کہا: تیری ماں نہ رہے، کیا تو قیامت کے دن میرا وزن اٹھائے گا؟

لہٰذا میں نے یہ وزن آپ پر لاد دیا اور آپ کے ساتھ چلا، آپ بھاگے بھاگے جارہے تھے، پھر آپ نے یہ سامان اس عورت کے سامنے ڈال دیا اور تھوڑا سا آٹا نکال کر کہا:

میں اسے ہوا میں اچھال کر صاف کرتا ہوں، تم اس میں میرے ساتھ تعاون کرو۔

وہ ہانڈی کے نیچے پھونکیں (بھی) مار رہے تھے پھر ہانڈی کو اتار دیا اور کہا: کوئی چیز لے آؤ۔

وہ ایک برتن لے آئی تو انھوں نے اسے اس برتن میں انڈیل دیا اور پھر ان سے فرمانے لگے:

تم انھیں کھلاؤ اور میں اسے بچھاتا ہوں۔

انھوں نے سیر ہو کر کھالیا اور کچھ کھانا باقی بھی رہ گیا۔

عمر (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوگئے اور میں بھی کھڑا ہوگیا، پھر وہ عورت کہہ رہی تھی:

اللہ آپ کو جزائے خیر دے! امیر المومنین (عمر رضی اللہ عنہ) کے بجائے آپ کو صاحبِ اقتدار (خلیفہ) ہونا چاہیے تھا۔

انھوں نے فرمایا: جب تم امیر المومنین کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہنا اور وہاں مجھ سے بات کرنا۔ ان شاء اللہ

پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور زانوؤں کے بل بیٹھ گئے۔

ہم نے کہا: ہماری تو دوسری شان ہے۔

آپ مجھ سے کوئی کلام نہیں کر رہے تھے پھر میں نے بچوں کو اچھلتے کودتے اور کھیلتے ہوئے دیکھا اور بعد میں وہ سو گئے تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

اے اسلم! بھوک نے ان کی نیند ختم کر رکھی تھی اور انھیں رُلا دیا تھا، لہٰذا میں نے یہ دیکھنا پسند کیا جو میں نے دیکھ لیا ہے۔

(فضائل الصحابہ ج ۱ ص ۲۹۰۔۲۹۱ ح ۳۸۲ وسندہ حسن، وعنہ ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن الحسن بن محمد بن شاذان البزاز فی المشیخۃ الصغریٰ ۱/۵۲ ح ۶۸، وعنہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۴۴/۳۵۳)

اس روایت کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱: اسلم العدوی مولیٰ عمر **ثقة مخضرم** (تقریب التہذیب: ۴۶۵)

۲: زید بن اسلم **ثقہ عالم** (تقریب التہذیب: ۲۱۱۵)

۳: ربیعہ بن عثمان بن ربیعہ بن عبداللہ بن ھدیر التیمی المدنی ابو عثمان

وثقه الجمهور و هو حسن الحديث من رجال صحيح مسلم .

۴: عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام الزبیری

آپ پر جرح کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا۔ (بحوالہ تاریخ بغداد)

اس قول کی سند میں محمد بن حمید بن سہل المخرمی جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

☆ ہیثمی [مجمع الزوائد ۴/۱۳۱، وقال ۸/۱۶۴: ''ھو ثقۃ''!]

☆ ابو زرعۃ الرازی [قال: الوهم منه .... شيخ]

۱: ابن حجر العسقلانی

اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے آپ کی توثیق ثابت ہے:

۱: ابن حبان

۲: حاکم [المستدرک ۲/۱۹۵ ح ۲۷۳۳]

۳: ذہبی [وافقہ الذہبی]

۴: ابن جریر الطبری [صحح لہ فی تہذیب الآثار، الجزء المفقود ۱/۴۴۳ ح ۷۸۴]

۵: الضیاء المقدسی [روی لہ فی المختارۃ ۳/۴۲۰۔۴۲۱ ح ۱۲۵، ۱۲۷]

۶: خطیب بغدادی [قال : کان محمودًا في ولايته،جميل السيرة مع جلالة قدره وعظم شرفه]

☆ ابوحاتم الرازی [قال : هو شيخ بابة عبدالرحمن بن ابی الزناد]

مختصر یہ کہ عبداللہ بن مصعب الزبیری رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۵: مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت الزبیری البغدادی رحمہ اللہ

جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے صحیح الحدیث تھے۔

(نیز دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۷۵۱ وکتب الرجال)

۶: عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۲۰۵)

آپ کا مدلس ہونا معلوم نہیں، لہٰذا آپ کا اپنے استاد سے "ذَکَرَ" کہنا بھی سماع پر محمول ہے۔ مصعب بن عبداللہ سے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل کے سماع کے لئے دیکھئے فضائل الصحابہ (ح ۸۸، ۳۹۵، ۴۳۱، ۱۷۸۵، ۱۸۲۳)

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل کے علاوہ احمد بن حرب اور محمد بن حاتم المظفری دونوں نے یہی روایت مصعب بن عبداللہ سے بیان کر رکھی ہے۔

ثابت ہوا کہ امام عبداللہ بن احمد کی روایت مذکورہ حسن لذاتہ ہے، نیز تاریخ ابن جریر الطبری وغیرہ میں اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

غریب الحدیث للخطابی (۲/۲۰) المعجم للبکری (۲/ ۴۳۷، ۸۳۰) تاریخ طبری (۱/۳۴۴، ۲۷، دوسرا نسخہ ۴/ ۴۰۵) سیرۃ عمر لابن الجوزی (۴۸) لقاح الخواطر (۵۶) المنہج المسلوک (۱۳) التذکرۃ الحمدونیہ (۱/۱۴۱) شرح النہج (۲/ ۴۷۔۴۹) [۴/ مارچ ۲۰۱۲ء]

سوال: ایک حدیث کے مطابق بخشش اعمال پر ہوگی لیکن بعض حضرات کے مطابق

آپ ﷺ شفاعت کریں گے تو عام لوگ جنت میں چلے جائیں گے مسلمان کے چاہے جتنے بھی گناہ کبیرہ ہوں۔ یہ بات کس حد تک ٹھیک ہے؟

الجواب: بخشش اعمال پر ہوگی لیکن جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اجازت دے گا تو اس کے بارے میں شفاعت بھی حق ہے۔ یہ شفاعت دوزخ میں جانے سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور جانے کے بعد بھی ہوگی۔ گناہ گار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر جہنم میں ایک غوطہ دے دیا گیا تو وہ پھر ساری نعمتیں بھول جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ آمین (۱۱/ جولائی ۲۰۱۰ء)

وفیات الاعلام

۱: مشہور اہلِ حدیث عالم وزاہد اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ فالج کی بیماری میں شیخ زید اسپتال (لاہور) میں ۲۶/ فروری ۲۰۱۲ء کو تقریباً چار (۴) بجے صبح وفات پاگئے اور ان کی نمازِ جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کی زیرِ امامت جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے سامنے کھلے پارک میں ادا کی گئی، جس میں ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے اور جامعہ امام بخاری (اہلِ حدیث، مقام حیات سرگودھا) کے اساتذہ اور شاگردوں نے بھی شرکت فرمائی۔ ان کی دوسری نمازِ جنازہ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

۲: مشہور اہلِ حدیث عالم ومفکر ڈاکٹر فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کو ان کے گھر (اسلام آباد) میں شہید کر دیا گیا اور ان کی پہلی نمازِ جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے ۱۸/ مارچ ۲۰۱۲ء کو جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں صبح تقریباً ۹:۳۰ بجے پڑھائی، جس میں جمِ غفیر کے ساتھ جامعہ امام بخاری (سرگودھا) کے اساتذہ وطلباء نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ دوسری نمازِ جنازہ فیصل آباد میں حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کی زیرِ امامت دو بجے اور تیسری مولانا یونس بٹ حفظہ اللہ کی زیرِ امامت خانیوال میں ۹ بجے ادا کی گئی۔ اللھم اغفر لھما وارحمھما (آمین)

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا خریم بن فاتک الاسدی رضی اللہ عنہ

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: ابو یحییٰ خریم بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک الاسدی رضی اللہ عنہ نزیل الرقہ (آپ رقہ جا کر آباد ہو گئے تھے)

تلامذہ: ایمن بن خریم بن فاتک، ایوب بن میسرہ بن حلبس، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، معرور بن سوید، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ، اور یسیر بن عمیلہ الفزاری وغیرہم رحمہم اللہ۔

فضائل:

۱: آپ غزوۂ بدر میں شامل تھے۔ رضی اللہ عنہ (تہذیب الکمال ۲/۳۸۲)

بعض نے اس کا انکار کیا ہے اور بتایا ہے کہ آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْ لَا طُوْلُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ.**)) خریم اسدی اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے بال لمبے نہ ہوں اور اپنی ازار کو نہ لٹکائیں۔ جب یہ بات سیدنا خریم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے جلدی جلدی اپنے سر کے بال کانوں تک کاٹ دیئے اور اپنی ازار کو آدھی پنڈلیوں تک اٹھالیا۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۴۰۸۹ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۴/۱۸۳، ووافقہ الذہبی)

علمی آثار: المسند الجامع میں آپ کی بیان کردہ پانچ حدیثیں موجود ہیں اور الاربعون فی الحث علی الجہاد لابن عساکر میں ایک حدیث ہے: ۳۳

وفات: ۵۸ھ (سیر اعلام النبلاء ۲/۴۶۹)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ آپ (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے ابتدائی دور میں فوت ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)